بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبصرہ

محترم عبدالغفار صاحب!

آپ کے رسالے [illegible] پر مشتمل ایک علمی مضمون بعنوان "غلام مسیح الزمان
سے متعلق الہامی پیشگوئی کا تجزیہ اور اس کی حقیقت" کا حال کرنے (شروع
فرمودہ سے لیکر آخر تک وسط اپریل 2002ء تک) بغور مطالعہ کیا۔ آپ نے اپنے طویل
مقالہ میں باقاعدہ دلائل و براہین سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے جس موعود غلام کی پیشگوئی فرمائی تھی وہ ابھی تک پوری
نہیں ہوئی۔ یعنی (بالفاظ دیگر) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مذکورہ پیشگوئی کا جو خود
پر اطلاق کیا تھا وہ قطعی غلط اور یکسر غلط تھا۔ آپ نے [illegible] احمدی
غلطی کی یا علمی، شعوری طور پر کی یا لاشعوری۔ یہ ایک الگ بحث ہے۔ بطور خاص
اسلئے بھی کہ اس واقعہ کو گزرے اب کئی دہائیاں گزر چکی ہیں اور دعویٰ مصلح موعود
ہم عام احمدیوں کے اعتقاد کا حصہ بن گیا ہے۔ اور جماعت ہر سال [illegible] سے ہر
سال یوم مصلح موعود مناکر اس دعویٰ پر باقاعدہ مہر تصدیق ثبت کرتی چلی آرہی ہے۔ اور
یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ جماعت کا نظام ایک خلافت کے تحت چلتا ہے۔
ایسے میں یہ کہنا ایک [illegible] بات کہنا اور رائج طور طریق سے ہٹ کر کچھ سوچنا (سمجھنا) یا چلنا
اور لکھنا (ایسے نزدیک) بے شک گناہ نہ ہی، لیکن بے حد جرأت کی بات ہے۔ بہرحال
آپ نے موضوع زیر بحث سے بہت علمی اور فکر انگیز بحث کی ہے۔ اللھم زد فزد۔
ایک لفظ لفظ تک بغور مطالعہ اور مشاہدہ کے بعد میں پھر اپنے آپ کو اظہار رائے پر قائم پاتا

ہوں جو آج سے تقریباً چھ سال پہلے کاکارن نے زبانی [illegible] آپ کو دی تھی۔ مجھے
ایک موقف میں بوجوہ ذرا محسوس ہو رہا ہے —

دوم :۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے کہ بالکل مذکورہ ذکر عسکری کی پیشگوئی کا مصداق
کاکارن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ عسکری (محض اپنے فضل خاص کے تحت) اس عاجز کو بخشی
ہے — اس ضمن میں بس یہاں وہی رائے ہے جو پہلے تھی کہ اگر اپنے دعویٰ کے
مطابق آپ اس کے مصداق ہیں تو یہ بات وقت ثابت کرے گا۔ میں آپ کو رد کر رہا
نہیں۔ جن امور کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے یا حقیقت کے تحت میں ہے تقابلہ میں ان
امور میں کیا کچھ کہہ سکتا ہوں۔ میں تو خود وقت کے رحم و کرم پر ہوں اور مجھے اپنے آنے
والے کل کی کچھ خبر نہیں۔ آپ کے بارہ میں کوئی کیا خبر دے سکے۔ ؟ چاند تو نکلتا ہی
طلوع ہونے کے لئے ہے۔ جب لب بام پہ آئے گا سب دیکھ لیں گے — لوگ ہی اس بارہ
میں کاکارن نے آپ سے یہ عرض کی تھی کہ یہ معاملہ خالصتاً اللہ، خلیفۃ المسیح اور آپ کے
درمیان ہے۔ یہاں نہ کوئی امر فکری ہے نہ میں ہی نہ گواہ۔ یہ ایک سارا غیب ہے —

ایک پیشگوئی کا دوسرا حصہ بڑا دلچسپ اور فلسفیانہ ہے جسے آپ اپنے دعویٰ کی
دلیل (میں یہی سمجھا ہوں) کے طور پر سامنے لائے ہیں۔ یہاں موعود عسکری کی اہم علامت
کے طور پر کہ وہ علوم ظاہر دنیا والوں سے پر کیا جائے گا — میں حیران ہوں کہ علم کے
دیگر دنیاوی علمی اور فکری [illegible] دیا
~~آپ نے ہزاروں سالوں سے چلے آنے والے اس فلسفہ کو بنیادی جنس علم پہ تیسرے ہوئے~~
~~فقط تنسیخ کرنے~~ [illegible] ہے یا نہیں ہے — [illegible] فقرہ ہے ⊗ ہے۔ دونوں ہی بہت دلچسپ نقطہ ہائے نظر
ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ [illegible] عسکری اس دقیق موضوع میں مزید اختلاف کی اجازت نہیں دیتا۔
تاہم بیان کا یہ عام فہم سا اسلوب ہے کہ جب دیکھا انسان کو [illegible] علم نہ ہو تو وہ

⊗ [illegible]

مستقیم رستوں سے خدا تک نہیں پہنچ سکتا ۔ وہ ایسا کرتے ہیں خدا تک رسائی
حاصل کر سکتا ہے ۔ اب قرآن کو لیجئے جو مکمل ضابطۂ حیات ہے اسے بجا طور پر
خدا کا کلام تصور کیا جاتا ہے، مگر یہ خود خدا نہیں ۔ بلکہ خدا کا تعارف ہے ۔
اس کے مطالعہ سے انسان کو جو علم و عرفان حاصل ہوتا ہے وہ ہمیں ایک زندہ اور واحد
خدا کا پتہ دیتا ہے ۔ اس کے علاوہ قرآن ان لوگوں کیلئے ہدایت کا موجب ہوتا
ہے جو تقویٰ اختیار کریں ۔ گویا یہ متقیوں کیلئے ہدایت ہے ۔ کسی چیز کی ہدایت
سادہ سی زبان میں نیکی کی ہدایت ۔ خدا پر ایمان لانے کی ہدایت ۔ گویا جو
کلمات خیر اور اعمال حسنہ نیکی اور اس کی انتہا کیطرف ہماری راہنمائی کرتے ہیں
وہ اگرچہ سب کے سب ہی ذات خدا کے داعی تو نہیں ہوتے مگر یا خدا
ہو جانے کی راہ سے ایسے ہی خدا ہو جاتے ہیں جیسے خدا کے فقیروں اور
درویشوں کے بارہ میں یہ کہا گیا ہے کہ انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے ۔ لیکن وہ خدا
ہی کا ایک روپ اور اس کا پرتو ہوتے ہیں ۔ اور میرے نزدیک نیکی علم سے کہیں اچھا
اچھا اور لطیف تصور ہے ۔ جو انسان اپنی لگن کر رہا ہے اور کئی بحث کے دروازے کھل
سکتا ہے ۔ میں اپنا یہ رائے کو Ethics (اخلاقیات) سے ماخوذ
ارسطو کے اس قول پر ختم کرتا ہوں

The Pleasure arising from thinking and
learning will make us Think and learn
all the more......

(لیکن جو خوشی حصول علم (یا معلومات) اور فکر سے حاصل ہوتی ہے وہ ہمیں دوام
حصول علم اور فکر پر آمادہ کر دیتا ہے ۔)

طارق بلوچ
04.05-02

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبصرہ

محترم عبدالغفار صاحب!

آپکے رشحات فکر پر مشتمل ایک علمی مضمون بعنوان "غلام مسیح الزماں سے متعلق الہامی پیشگوئی کا تجزیہ اور اسکی حقیقت" کا خاکسار نے (شروع فروری سے لے کر قریب وسط اپریل ۲۰۰۲ء تک) بغور مطالعہ کیا۔ آپ نے اپنے طویل مقالہ میں باقاعدہ دلائل و براہین سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس موعود غلام کی پیشگوئی فرمائی تھی وہ ابھی تک پوری نہیں ہوئی۔ گویا (بالفاظ دیگر) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مذکورہ پیشگوئی کا جو خود پر اطلاق کیا تھا وہ قطعی غلط اور قبل از وقت تھا۔ آپؓ کی یہ اجتہادی غلطی تھی یا علمی، شعوری فعل تھا یا لاشعوری۔ یہ ایک الگ بحث ہے۔

بطور خاص اس لیے بھی کہ اس واقعہ کو گزرے اب کئی دہائیاں گزر چکی ہیں اور دعویٰ مصلح موعود ہم عام احمدیوں کے اعتقاد کا حصہ بن گیا ہے۔ اور جماعت ایک لمبے عرصے سے ہر سال یوم مصلح موعود منا کر اس دعویٰ پر باقاعدہ مہر تصدیق بھی ثبت کرتی چلی آ رہی ہے۔ اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ جماعت کا نظام ایک خلافت کے تحت چلتا ہے۔ ایسے میں بالکل ایک نئی بات کہنا اور مروجہ طریق کار سے ہٹ کر کچھ سوچنا سمجھنا چلنا اور لکھنا (میرے نزدیک) بیشک گناہ نہ سہی، لیکن ہے بہت بڑی جسارت۔۔۔۔۔ بہر حال آپ نے موضوع ذکر کی مناسبت سے بہت علمی اور فکر انگیز باتیں کی ہیں۔ اللّٰھم زدفزد۔ آپکے نقطہ نظر کے تقابلی مطالعہ اور مشاہدہ کے بعد میں پھر اپنے آپکو اپنی پرانی رائے پر قائم پاتا ہوں جو آج سے قریباً چھ سات سال قبل (یعنی ۱۹۹۵ یا ۱۹۹۶ء میں۔ ناقل) خاکسار نے زبانی کلامی آپ کو دی تھی کہ **مجھے آپکے مؤقف میں بوجوہ وزن محسوس ہوتا ہے**۔

دوئم۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے کہ مذکورہ زکی غلام کی پیشگوئیوں کا مصداق خاکسار ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عظمیٰ (محض اپنے فضل خاص کیساتھ) اس عاجز کو بخشی ہے۔۔۔ اس ضمن میں بھی میری وہی رائے ہے جو پہلے تھی کہ اگر اپنے دعویٰ کے مطابق آپ اِسکے مصداق ہیں تو یہ بات وقت ثابت کرے گا۔ میں آپ یا کوئی زید بکر نہیں۔ جن اُمور کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے یا وقت کے ہاتھ میں ہے بھلا میں اِن امور میں کیا فتویٰ دے سکتا ہوں۔ میں تو خود وقت کے رحم و کرم پر ہوں اور مجھے اپنے آنے والے کل کی کچھ خبر نہیں، آپکے بارہ میں کوئی کیا خبر دوں؟ چاند تو نکلتا ہی طلوع ہونے کے لیے ہے۔ وہ جب لب بام پر آئے گا سب دیکھ لیں گے۔۔۔ یوں بھی اس بارہ میں خاکسار نے آپ سے یہ عرض کی تھی کہ یہ معاملہ خالصتاً اللہ، خلیفۃ المسیح اور آپکے درمیان ہے۔ اِس کا نہ کوئی اور فریق ہے نہ مدعی نہ گواہ۔ یہ ابھی سارا غیب ہے۔

آپکے مضمون کا دوسرا حصہ بڑا دلچسپ اور فلسفیانہ ہے جسے آپ اپنے دعویٰ کی دلیل (میں یہی سمجھا ہوں) کے طور پر سامنے لائے ہیں۔ بلکہ موعود غلام کی ایک علامت کے طور پر کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔۔۔ سقراط نے کہا "نیکی علم ہے"۔ آپ نے ہزاروں سال سے چلے آنے والے اس فلسفہ کو ایک نیا علمی اور فکری رنگ دیا ہے کہ نہیں۔۔۔۔ "نیکی خدا ہے" (یعنی "نیکی علم ہے" کو جس روایتی اخلاقی مفہوم میں لیا گیا ہے یہ درست نہیں، بلکہ یہ ایک خالصتاً علمی نظریہ ہے۔۔۔۔) یہ دونوں ہی بڑے دلچسپ نقطہ ہائے نظر ہیں۔ مگر افسوس کہ میرا کل علم اس دقیق موضوع میں مداخلت کی اجازت نہیں دیتا۔ تاہم یہاں تک یہ عام فہم سی بات لگتی ہے کہ جب تک انسان کو نیکی کا علم نہ ہو تو وہ مستقیم رستوں سے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ نیکی کرتے کرتے ہی خدا تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ اب قرآن شریف جو مکمل ضابطہ حیات ہے اسے بجا طور پر خدا کا کلام تو ضرور کہا جاتا ہے، مگر یہ خود خدا نہیں۔ بلکہ خدا کا نقارچی ہے۔ اسکے مطالعہ سے انسان کو جو علم و عرفان حاصل ہوتا ہے وہ ہمیں ایک زندہ اور واحد خدا کا پتہ دیتا ہے۔ اسی لیے فرمایا قرآن بھی ان لوگوں کے لیے ہدایت کا موجب ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کریں۔ گویا متقیوں کیلئے ہدایت ہے۔ کس چیز کی ہدایت سادہ سی زبان میں نیکی کی ہدایت۔ خدا پر ایمان لانے کی ہدایت۔ گویا جو کلمات خیر اور جو افعال حسنہ نیکی اور اسکی انتہا کی طرف ہماری راہنمائی کرتے ہیں وہ اگرچہ سب کے سب فی ذاتہٖ خدائی کے داعی تو نہیں ہوتے مگر باخدا ہو جانے کی وجہ سے ایسے ہی خدا ہو جاتے ہیں جیسے خدا کے مقربوں اور مومنوں کے بارہ میں یہ کہا گیا ہے کہ انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ یعنی وہ خدا ہی کا ایک روپ اور اسکا پرتو ہوتے ہیں۔ اور میرے نزدیک نیکی علم ہے کا یہ ایک اچھا ارتقائی تصور ہے۔ جو بظاہر اپیل بھی کرتا ہے اور نئی بحث کے دروازے بھی کھولتا ہے۔ میں اپنی اس رائے کو ethics (اخلاقیات) سے ماخوذ ارسطو کے اس قول پر ختم کرتا ہوں۔

The pleasure arising from thinking and learning will make us think and learn all the more.....

یعنی جو خوشی حصول علم (یا معلومات) اور فکر سے حاصل ہوتی ہے وہ ہمیں مزید حصول علم اور فکر پر آمادہ کر دیتی ہے۔۔۔۔

طارق بلوچ ۔ ۴ مئی ۲۰۰۲ء